جیل خانہ جات کی انسانی معاشرہ میں معاشرتی اہمیت وافادیت

(تاریخی تناظر میں ایک اطلاقی مطالعہ)

The Social Significance and Usefulness of Prisons in human society

(An Applied Study in Historical Context)

*عرفان جعفر

**محمد اعظم بن عبد الحمید

ABSTRACT:

A jail is an institution or place where the culprits of violations are kept as a discipline so that on the one hand the society is not as it were free from such people but moreover other individuals can learn from them and on the other hand in these teach. The most reason of the foundation of the jail is social peace and social reformers, reprisal, crippling, discouragement, and recovery.

Reprisal implies discipline for wrongdoings against society. Denying hoodlums of their opportunity may be a way of making them pay an obligation to society for their wrongdoings. Debilitation alludes to the expulsion of criminals from society so that they cannot hurt blameless individuals. Discouragement implies the avoidance of future wrongdoing. It is hoped that jails give notices to people considering approximately committing violations, which the plausibility of planning to jail will dishearten individuals from breaking the law. Restoration alludes to exercises planned to alter hoodlums into law tolerating citizens and may incorporate giving instructive courses in jail, educating work abilities, and advertising guiding with an analyst or social laborer.

KEY WORDS:

Prison, Human Society, Peace, Crime, Prevention, Lesson, Reform

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع انسان کو نہ صرف اپنی رحمت وشفقت سے تخلیق فرمایا بلکہ حضرت انسان کو درست اور غلط راہ کا تعین کر کے اس کی اپنی پسند کے راہ پر چلنے کا اختیار بھی دے دیا، تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس رسول ﷺ پر نازل کردہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا

---

* لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

** پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

تعین کردہ رستہ ہی دنیا اور آخرت کی کامل فلاح کا ضامن ہے۔ مگر چونکہ انسان فطرتاً بھولنے والا، کمزور اور برائی کی طرف راغب ہونے والا پیدا ہوا ہے۔ اس وجہ سے ہر بار صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتا ہے۔ انسان کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے اور زندگی میں بار بار سنبھلنے اور سدھرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں انبیاء اور رسل کا ایک طویل سلسلہ جاری فرمایا۔ جنہوں نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سلسلہ، شریعت کی تعلیم، گناہوں پر جسمانی سزا، تعزیر اور امرِ خیر پر روحانی کیفیات و لذات کے لوازم مقرر کئے، تاکہ انسان کی قدم بقدم راہنمائی ہو سکے۔

آج کے ترقی پذیر دور میں انسان بارہا صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتا ہے اور دنیا کی کامیابی اور مادیت پرستی کو ہی اپنی اصل فلاح و بہبود گردانتا ہے، اور اس ترقی یافتہ عہد میں بھی ہمارے سماج میں خواندگی کی شرح تقریباً پوری دنیا میں کم ہے اور ناخواندگی اور جہالت کا عالم یہ ہے کہ تقریباً پچاس فیصد سے زائد افراد معاشرہ کو اپنا نام بھی نہیں لکھنا آتا۔ پس لوگ اسلامی اور عمومی تعلیمات سے ناآشنا ہونے کی بنا پر ناجائز خواہشات انسانی، مادیت پرستی اور مرغوبات نفس کی تکمیل میں گناہوں اور جرائم کی ایسی دلدل میں پھنس جاتے ہیں کہ جس کا ماحاصل تباہی اور بربادی، رسوائی کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ یہاں تک کہ انسان ان ناجائز خواہشاتِ نفس کی تکمیل میں اپنے ساتھ ساتھ اپنے پیاروں کو بھی لے ڈوبتا ہے۔

انسان کو گناہوں اور اخلاق رزیلہ سے بچانے کے لئے جہاں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام و رُسل عظام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا، وہاں سزا و جزا کا تصور بھی دیا تاکہ انسان گناہ کرنے سے پہلے انجام کار سے بھی آگاہ ہو سکے۔ اس مقصد کے لئے دینِ اسلام میں حدود و تعزیرات اور قصاص کا وسیع نظام موجود ہے۔ اسی وسیع تر نظام کا ایک جزء سزائے قید بھی ہے۔ جس کا بنیادی مقصد مجرم کی اصلاح و تربیت، جرائم کا سدِباب اور دیگر افراد معاشرہ کو عبرت دلانا ہے۔ جیل خانہ جات کا تصور ہر عہد میں کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے۔ عہدِ نبی ﷺ، خلفاء راشدینؓ، عمر بن عبد العزیزؒ اور بعض مسلم حکمرانوں کے سوا تقریباً ہر دور میں قید خانوں کی حیثیت معاشرے میں عضو معطل کی سی رہی ہے۔ اور انہیں بغض و عداوت، ذاتی انتقام اور اذیت خانوں کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

زیر نظر مقالہ "جیل خانہ جات کی انسانی معاشرہ میں معاشرتی اہمیت و افادیت (تاریخی تناظر میں ایک اطلاقی مطالعہ)" میں جیل خانہ جات کا تعارف، تاریخی پس منظر، اور جیل خانہ جات کے قیام کے اغراض و مقاصد کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

جیل خانہ کیا ہے؟

انسانی معاشرے میں افراد کا باہم مل جل کر رہنے سے مختلف قسم کے مسائل جنم لیتے رہتے ہیں جن کے سیاسی، معاشی، سماجی و مذہبی اسباب ہو سکتے ہیں۔ انسان کا اپنے حقوق و فرائض سے تجاوز کرنے، دوسروں کی حقوق تلفی بلکہ ناجائز کسی کے حق پر غصب کرنے کی وجہ سے بھی متعدد جرائم جنم لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں معاشی ناہمواری اور سماجی اتار چڑھاؤ

بھی جرائم و فسادات کے اہم اسباب میں داخل ہیں۔ جب اس طرح جرائم پیشہ افراد انسانیت سے بالاتر ہو کر حیوانیت کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں تو وہ شیطانی گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں، معاشرے میں بطور ناسور ان کا وجود برقرار و قائم رکھنا انسانیت پر انتہائی ظلم و ستم ہے۔

اس لیے معاشرے میں نظم و ضبط اور امن و سکون برقرار رکھنا انتہائی ضروری ہے، اور اس ضمن میں ریاست اسلامیہ ایسے قوانین وضع کرے جن سے پُرامن اور شرپسند شہریوں میں امتیاز ہو سکے۔ ریاست میں مروجہ قوانین نفاذ یقینی ہو تاکہ جرائم کے مرتکب افراد پُرامن شہریوں کا امن و سکون غارت نہ کر سکیں اور ایسے جرائم پیشہ افراد کی تربیت و اصلاح کے لئے مناسب اور بہتر انداز میں کام کیا جائے، تاکہ وہ معاشرہ کا ایک متحرک اور فعال کارکن بن سکیں۔ چنانچہ اسی مقصد کے تحت جیل خانوں اور عقوبت خانوں کا قیام عمل میں آیا۔ جیلوں کے نظام کو سمجھنے سے پہلے اس بات کو آشکار کرنا ازحد ضروری ہے کہ جیل سے کیا مراد ہے۔؟ اس ضمن چند ایک تعریف حسب ذیل ہیں، ملاحظہ کیجیے۔

- **"Encyclopedia of Britannica" کے مطابق:**

An institution for the confinement of persons convicted of Major crimes or felonies. In the 19th &20th centuries, imprisonment replaced corporal punishment, execution, banishment as the chief means of punishing serious offenders[1]

"ایک ایسی جگہ یا ایسا ادارہ جہاں پر جرائم پیشہ افراد کو رکھا جاتا ہے، انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں مجرموں کو سزا دینے کے لئے سزائے قید یا سزائے تازیانہ، پھانسی اور جلاوطنی کی سزا نے لے لی۔"

- **"The world book of Encyclopedia" کے مطابق:**

Prisons are a place of confinement for criminals or those accused of breaking law. In broad sense penitentiaries, jail houses of correction, work houses bridge well and our American calabooses are all prisons. [2]

"جیل سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں قانون شکنی کے مرتکب ملزمان و مجرمان کو رکھا جاتا ہے۔ وسیع تر مفہوم میں اذیت خانے، جیلیں، اصلاح خانے، دار المشقت، تہہ خانے وغیرہ تمام قید خانوں میں شمار ہوتے ہیں"

- **"Prison act, 1894"** میں جیل کی تعریف یہ درج ہے کہ

"Prisons", mean any jail or place used permanently or temporarily under the general or special or orders of the provincial government for the detention of prisoners and includes all lands and buildings appurtenant thereto, but

does not include;

1. Any place for the confinement of prisoners who are exclusively in the custody of police.
2. Any place specially appointed by the local government under section 54 of the code of criminal procedure 1882 or;
3. Any place which had been declared by the local government, by general or special order to be a subsidiary jail. [3]

"قید خانہ یا جیل خانہ سے مراد وہ جگہ ہے جو مستقل یا عارضی طور پر صوبائی حکومت کے تحت عمومی یا خصوصی احکامات کے تحت قیدیوں کو رکھنے کے لئے استعمال ہوں اور اس سے ملحقہ جملہ اراضی اور عمارتیں شامل ہیں۔ مگر درج ذیل مقامات شامل نہ ہوں:

1. وہ جگہ جہاں ایسے قیدی محبوس ہوں جو مکمل طور پر پولیس کے زیرِ حراست ہوں۔
2. ایسی جگہ جو مجموعہ ضابطہ فوجداری 1882 کی دفعہ 54 کے تحت صوبائی حکومت کی طرف سے خاص طور پر مقرر کردہ ہوں۔
3. ایسی جگہ جو صوبائی حکومت کے عمومی یا خصوصی احکامات کے تحت ضمنی جیل قرار دی جائے۔

جیل کے مترادف المعنیٰ الفاظ

عموماً جو مترادف الفاظ یا اصطلاحات جیل خانہ جات کے لئے مستعمل ہیں، ان میں "السجن، الحجس،[4] الامساک، نفی من الارض، التغریب، العصل[5] شامل ہیں۔ یہ اصطلاحات اپنے اندر confinement , jail, prison, imprisonment کے معنیٰ رکھتی ہے۔[6]

Imprisonment:

The act of imprisoning or the act of being imprisoned: confinement, restraint. [7]

1. Jail:
2. Prison

A building for the confinement for persons held in lawful custody as for minor offences or some future judicial proceeding: lockup

Confinement in the jail [8]

Transportation:

Banishment usually to a penal colony-compare DEPORTATION was convicted and sentenced to for life- Joseph Chari [9]:

مذکورہ بالا تعریفات وتصریحات کا ماحاصل یہ ہے کہ:

"جیل خانہ سے مراد ایک ایسا ادارہ ہے جہاں جرائم کے مرتکب مجرمان وملزمان کو بطور سزا رکھا

جاتا ہے تا کہ ایک طرف معاشرہ ایسے افراد سے نہ صرف پاک رہے بلکہ دوسرے لوگ کے لیے وہ نشانِ عبرت ہوں اور دوسری طرف عقوبت خانوں میں ان جرائم پیشہ افراد کی تربیت واصلاح بھی کی جائے تا کہ وہ اپنے اصلی مقام کو دوبارہ بحال کر سکیں اور معاشرہ کا ناسور بننے کی بجائے اچھے شہری بن کر معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں اہم کردار ادا کر سکیں۔"

جیل خانہ جات کا تاریخی پسِ منظر

عقوبت خانے یا جیل کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ جرم کا تصور۔ اور جرم کا آغاز تخلیقِ آدم سے ہی ہو گیا تھا جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر فرشتوں اور ابلیس کو آپ علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ سوائے ابلیس کے تمام فرشتوں نے آپ علیہ السلام کو سجدہ کیا، کیونکہ وہ اپنے غرور و تکبر میں ڈوبا ہوا تھا۔ سورہ الکھف میں آتا ہے:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ[10]

"اور یاد کرو! جب ہم نے کہا فرشتوں سے کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس، وہ جنات سے تھا، پس اس نے اپنے رب کے حکم سے انحراف کیا"

اس کے بعد سے شیطان اور انسان میں معرکہِ حق و باطل جاری ہے۔ شیطان نے اولاد آدم علیہ السلام کو صراط مستقیم سے بہکانے کے لئے تا قیامِ قیامت مہلت مانگی ہے، اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تعیّن کردہ راستے پر عمل پیرا ہو کر کس طرح شیطان کی فریب کاریوں سے بچ سکتا ہے۔؟ الغرض روزِ آفرینش سے ابلیس نے اولادِ آدم کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کے لئے دجل و فریب اور جاہ و حشمت کا لالچ دیا۔ اس کے بعد قیامت تک کے لئے جزاو سزا کی حدود و قیود مقرر کر دی گئیں اور انسانیت کی رُشد و ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورُسل کا سلسلہ شروع فرمایا۔ سورہ بنی اسرائیل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا[11]

"اس نے کہا بھلا تو دیکھ تو سہی یہ اس لائق تھا کہ تو نے مجھ پر اسے فوقیت دی؟ اگر تو مجھے یومِ قیامت تک مہلت دے تو میں ضرور اس کی نسل کی بیخ بنیاد اکھاڑ کے رہوں گا سوائے چند آدمی ہلاکت سے بچیں گے"

حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے زمین پر آباد ہونے کے بعد قتل کی صورت میں پہلا جرم سرزد ہوا، ہابیل کو قابیل نے اس بنا پر قتل کر دیا تھا کہ ہابیل کی قربانی قبول کر لی گئی اور قابیل کی قربانی رد کر دی گئی، گویا جرائم کی سزا ابلیس ہی کے مکر و فریب میں آکر کی گئی اور تا حال یہ سلسلہ خیر و شر کی صورت میں جاری و ساری ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے

انسانیت کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء ورُسل مبعوث فرمائے تو دوسری طرف شیطان اپنے گروہ کے ساتھ انسانوں کو گمراہی، ضلالت اور جرائم کے ارتکاب کی دعوت دیتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے اچھے اعمال کے نتیجے میں انعام واکرام کا وعدہ فرمایا، جبکہ شیطان نے دنیاوی نعمتوں، عیش و عشرت، خواہشات و لذات اور جاہ و منصب کے لالچ میں ڈال کر انسان کو انسانیت کے درجے سے گرا کر حیوانیت و درندگی سے لے کے "اسفل السافلین" کے درجے تک پہنچا دیا۔ یعنی کہ انسان سے ایسے سنگین جرائم کا ارتکاب کروایا جن کے تصور سے روحِ انسانی بھی کانپ جاتی ہے۔ ایسے جرائم پیشہ افراد کے لئے اللہ تعالیٰ نے دائمی رسوائی اور عذاب کی وعید سنائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَابَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ..... اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ[12]

"اے ابنِ آدم! کیا تم سے میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا، کہ تم ابلیس کی پرستش نہ کرنا وہ تو تمہارا واضح دشمن ہے۔ میری ہی بندگی کرنا، صراطِ مستقیم یہی ہے۔ اور ابلیس نے تو تم میں سے متعدد مخلوق کو بہکا دیا ہے۔ کیا تمہارے پاس عقل نہیں۔ یہی جہنم ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ آج اس میں اپنے کفر کے بدلے کے لئے داخل ہو جاؤ"

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مقامات پر ایسے جرائم کا ارتکاب کرنے والے افراد کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے: مثلاً

1. **قومِ نوح علیہ السلام:**

حضرت نوح علیہ السلام کی امت کو نافرمانی کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے تقریباً ساڑھے نو (۹۵۰) برس تک تبلیغ اور رشد و ہدایت کی طرف بُلاتے رہے اور اس دوران ان کی کئی نسلیں پیدا ہوئیں اور ختم ہوئیں۔ لیکن سوائے چند لوگوں کے کسی نے فرمانبرداری نہ کی، حتیٰ کہ آپ علیہ السلام کا بیٹا بھی نافرمانی و سرکشی پر قائم رہا۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ[13]

"اور ہم نے ان لوگوں کی مدد کی ان کے مقابلے میں جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے تھے، یقیناً وہ بری قوم تھی۔ سو ان سب کو ہم نے ہلاک کر دیا"

2. **قومِ لوط علیہ السلام:**

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بے شرمی اور بد اخلاقی کی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔ اور وہ اپنے نبی علیہ السلام کی تعلیمات سے ہی انحراف نہ کرتے تھے بلکہ باہمی مجالس میں خلافِ وضع فطری عمل کو اپنا قوم کا شعار بنا رکھا تھا۔ اس پر

اللہ نے ان سب کو سنگسار کر کے ان کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام اور آپ کے اہل خانہ کو بچا لیا سوائے ان کی بیوی کے کیونکہ وہ انکار کرنے والوں میں سے تھی، اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ [14]

"بالآخر ہم نے لوطؑ اور ان کے اہل خانہ کو بچا لیا سوائے اس کی بیوی کے وہ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔ اور اس قوم پر پتھروں کی بارش برسائی، پس دیکھو ان مجرموں کا کیسا انجام ہوا۔ ؟"

3. قومِ موسیٰ علیہ السلام (بنی اسرائیل)

فرعون اور اس کے لشکر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں غرق کر دیا اور بعد میں یوم السبت (ہفتے کا دن) کا قانون نافذ کر کے بنی اسرائیل کے جرائم پیشہ افراد کی شکلیں مسخ کر دی گئیں۔ قرآنِ پاک میں اس بات کا ذکر یوں موجود ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ [15]

"اور البتہ تم انہیں بھی جانتے ہو، جو ہفتہ کے بارے میں تم میں سے حد سے تجاوز کر گئے۔ اور ہم نے فرمایا دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ! انہیں ہم نے پہلے اور پچھلوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا اور متقین لئے نصیحت کا سبب بنا دیا"

سرکش اور نافرمان اقوام کے یہ واقعات قرآنِ مجید اور کتبِ سماویہ وصحیفہ جات میں مفصل انداز میں بیان ہوئے ہیں۔ ان تمام تر واقعات کو بیان کرنے کا مقصد وحید صالح اعمال کرنے کی صورت میں انعام واکرام کی بشارت دینا اور برے اعمال اور نافرمانی کی صورت میں عذابِ الٰہی کی وعید کا یقین دلانا ہے۔ دنیا و آخرت میں کامیابی کا انحصار اللہ کے احکامات کو ماننے اور نبی ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہی مضمر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ:

"تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے اللہ مسلمانوں کا مددگار ہے ان کو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ اور کفار کے حمائتی شیطان ہیں وہ ان کو نور سے ظلمات کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی جہنمی لوگ ہیں اور اُس میں وہ ہمیشہ رہیں گے "[16]

گویا انسان اپنی کج روی کی بناء پر خطاکار بن جاتا ہے اور لیکن جرائم وگناہ انسانی معاشرے کا ایک لازمی جزو ہیں۔ جہاں بنی نوع انسان کو جرائم وگناہوں سے بچانے کے لئے سزا کا تصور سامنے آیا وہاں پر معاشرے کو جرائم پیشہ افراد سے

محفوظ رکھنے کے لئے سزائے قید یا جیل خانہ کا تصور ابھرا۔ جیل خانہ کی اس ضرورت و اہمیت کو ہر دور میں محسوس کیا جاتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرتِ آدمؑ کے عہد سے عصر حاضر تک متعدد اشکال میں انسدادِ جرائم کے لئے جیلوں کا وجود اور تصور موجود رہا ہے۔ اگرچہ زمانہ قدیم میں جیل خانوں اور عقوبت خانوں کا باقاعدہ اور منظم نظام نہیں تھا لیکن مختلف قلعوں، تہہ خانوں، کنوؤں، عمارات وغیرہ کو جرائم پیشہ افراد کو سزا دینے کے لئے مختص کیا جاتا تھا۔

جیل خانہ جات زیادہ تر جرائم پیشہ افراد کے ساتھ انتقامی سلوک کے طور پر بنائے جاتے تھے۔ جہاں مجرموں کے ساتھ انتہائی غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ مار پیٹ، گالم گلوچ اور انتہائی غلیظ ماحول میں رکھ کر مجرموں کو اذیت دی جاتی تھی۔ جلاوطنی کی سزا کا طریقہ بھی رائج تھا۔ اس طرح درندوں کے آگے ڈال دینا، ہاتھ پاؤں کاٹ دینا، زندہ جلانا، سولی پر لٹکانا وغیرہ جیسی سزائیں تو ایک معمول کی بات سمجھی جاتی تھی۔ عدل و انصاف سرے سے ہی ناپید تھا۔ بادشاہ سلامت! اگر خوش ہوئے تو مجرموں کو آزاد کر دیا اور اگر ناراض ہوئے تو قید کر دیا یا موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

جیل خانہ کی تاریخی حیثیت

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے جیل خانوں کے وجود کے بارے میں حتمی طور پر مضبوط شواہد نہیں ملے۔ البتہ تاریخ کے اوراق کی روگردانی سے پتہ چلتا ہے کہ جیل خانے یا عقوبت خانے ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہے ہیں۔ جن میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں بھی آتی رہیں ہیں۔ ذیل میں جیل خانوں کے مختلف ادوار میں وجود سے متعلق چند حوالے پیش کئے جا رہے ہیں:

1. حضرت آدم علیہ السلام

آدم علیہ السلام کے فرزند قابیل کے قتل سے پہلے جرم کی ابتداء ہوئی۔ جب قابیل نے ہابیل کو محض حسد کی بناء پر قتل کر دیا۔ اس اولین جرم کے مجرم کو کیا سزا ملی؟ یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس دور میں جیلیں موجود تھیں۔ اور ہابیل کے قتل کے بعد آدم علیہ السلام نے قابیل کو کہاں محبوس کیا؟، یا کیا سزا دی البتہ اس باب میں توریت مقدس کا بیان ہے۔ آدم علیہ السلام نے اسے جلاوطنی کی سزا دی تھی۔[17]

2. حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ دو ہزار (۲۰۰۰) قبل مسیح ہے اور اس عہد میں بھی جیل خانہ جات کا تصور بھی موجود تھا۔ اور اس کا ثبوت تالمود کے درج ذیل بیانات سے ہوتا ہے۔ تفہیم القرآن میں مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ:

"تالمود کا بیان ہے کہ بعد ازاں ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کے حکم پر قید کر دیا گیا۔ دس روز تک زندان میں اسیر رہے۔ پھر بادشاہ (نمرود) کی کونسل نے (توحید کی دعوت دینے کی سزا کے طور پر) ان کو زندہ جلانے کا فیصلہ کیا اور ان کے آگ میں جلائے جانے کا واقعہ پیش آیا"[18]

اسی طرح جب ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مباحثہ ہوا اور نمرود نے آپ علیہ السلام سے رب تعالیٰ کی صفات کے بابت سوال کیا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: کہ میرا رب تو وہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں زندگی و موت ہے۔ وہی انسان کو مارتا ہے اور وہی زندگی بخشتا ہے۔ بے عقل نمرود زندگی اور موت کی حقیقت سے نابلد تھا۔ اور کہنے لگا کہ موت و حیات میرے قبضے میں بھی ہے۔ اور اس نے اسی وقت ایک بے قصور شخص کے متعلق جلاد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دے اور ایک سزا یافتہ مجرم کو جیل سے بلا کر اس کو آزادی بخش دی اور ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ دیکھا کہ میں بھی موت وحیات دیتا ہوں۔[19]

عبارت بالا سے یہ بات واضح ہوتی کہ اس وقت بھی جیل، عقوبت خانے کا وجود تھا۔

3. حضرت یوسف علیہ السلام

دور مابعد تاریخ (Historical Age) میں مصر کی تہذیب کم و بیش قدیم ترین تہذیبوں میں سے ہے۔ اس حوالے سے قرآن مجید چار ہزار سال پہلے کے واقعات بڑے واضح انداز میں بیان کرتا ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ کردہ جرائم کے الزام میں کئی سال جیل میں رکھا گیا۔ وہیں آپ نے خوابوں کی تعبیر کی تھی اور وہیں آپ کو پیغمبری عطا ہوئی۔ قرآنِ مجید کی سورۃ یوسف میں ۹ مقامات پر جیل خانے کا ذکر آیا ہے جس کے لئے باقاعدہ طور پر "السجن" کا لفظ (سورہ یوسف کی آیت نمبر ۲۵، ۳۲، ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۳۹، ۴۱، ۴۴، ۱۰۰ میں) استعمال ہوا ہے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سزائے قید یا جیل خانہ کا تصور زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ مزید برآں اسیری کسی جگہ پر عارضی انتظام کے طور پر نہ تھی بلکہ اس وقت باقاعدہ جیل خانہ کی صورت میں تھی۔ کیونکہ اس میں کئی سالوں تک آپ علیہ السلام کا رہنا اور آپ کے علاوہ دیگر قیدیوں کا بھی اس میں موجود ہونا اس بات کی تائید کرتا ہے۔ اکثر آئمہ محدثین بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے تقریباً بارہ (۱۲) سال کا عرصہ جیل میں بسر کیا۔[20]

درج بالا ابحاث سے واضح ہوتا ہے کہ جیل خانوں کو امراء صرف اپنے ذاتی انتقام کے لئے استعمال کرتے تھے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اصلاحِ احوال کی صورتِ حال پیدا ہوئی۔ اور نظامِ عدل و انصاف کی اصلاح کے ساتھ ساتھ جیلوں میں قیدیوں کو رکھنے کے قواعد وضوابط وضع کئے گئے۔ تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی حقوق کا جتنا تحفظ اسلام نے مہیا کیا ہے کسی اور نظام کے ذریعے نہیں ہوا۔ یہ اسی نظام کا اثر تھا کہ اس کے ذریعے بدترین مجرم اصلاح پا کر بہترین انسان بن گئے۔

4. عہدِ نبوی ﷺ

نبی ﷺ کا عہد زریں معاشرے میں اصلاح اور بہتری قائم کرنے کا عہد تھا۔ اور مجرموں کی اصلاح کا تصور نبی اکرم ﷺ کی وسیع تر تعلیمات ہی کا نتیجہ تھا۔ اگرچہ اس وقت منظم طور پر جرائم کے مرتکب افراد کو قید کرنے کا انتظام

نہیں تھا۔ لیکن کبھی مجرموں کو مسجدِ نبوی ﷺ کے ستون اور کبھی کسی کے گھر کو عارضی طور پر قید خانہ بنادیا جاتا تھا۔

- بنی حنیفہ کے ایک آدمی ثمامہ بن آثال کو جب نجد لایا گیا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کو مسجدِ نبوی کے ایک ستون سے باندھنے کا حکم صادر فرمایا۔ ثمامہ تین دن ستون سے بندھے رہے۔ نبی ﷺ تشریف لاتے اور حال چال دریافت فرماتے۔ تیسرے دن ثمامہ کو رہا کر دیا گیا مگر سچائی کی زنجیر ان کے پاؤں میں پڑ چکی تھی اور وہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے۔[21]
- اسی طرح بنو قریظہ کے ایک آدمی کو ملزم قرار دے کر ایک انصاری عورت بنت الحارث کے گھر قید کر دیا گیا۔ پھر خندقیں کھدوائیں اور وہاں ان کی گردن ماری گئی۔[22]
- غزوہ بدر کے قیدیوں کو مسجدِ نبوی میں ہی محبوس کیا گیا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے چار چار قیدی صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمادیئے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ ان کو آرام سے رکھا جائے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین کا ان کے ساتھ انتہائی مہذبانہ طرز عمل تھا کہ وہ ان قیدیوں کو کھانا کھلاتے اور بذات خود کھجوروں پر اکتفاء کرتے تھے۔ ان قیدیوں میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بھائی ابو عزیز بھی تھے، آپ رضی اللہ عنہ جب صبح و شام کا کھانا ان کے لیے لاتے تو آپؓ اپنے بھائی ابو عزیر کو کھانا دیتے اور خود کھجور پر اکتفاء کرتے تھے۔ لیکن وہ قیدی روٹی کو ہاتھ تک نہ لگاتے اور مجھ کو واپس دے دیتے اور یہ سب اس وجہ سے تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔[23]

5. عہدِ صدیقیؓ:

عہدِ نبوی ﷺ سے لیکر عہدِ صدیقی تک جیل خانوں کا رواج نہ تھا۔ جو بھی شخص جرم کا مرتکب ہوتا اس کو اہلِ علم کے مشوروں سے فوراً سزا دی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس دور میں مجرم بہت کم پائے جاتے تھے۔ کچھ جرائم ایسے تھے جو عہدِ رسالت میں ہو چکے تھے ان ہی کو سامنے رکھتے ہوئے آپؓ نے سزائیں دیں۔ لیکن کچھ جرائم نئے بھی ہوئے جیسا کہ خالد بن ولید نے لکھا:

> "حوالی مدینہ میں ایک شخص علتِ ابنہ میں مبتلا تھا چونکہ اہلِ عرب کے لئے یہ ایک نیا جرم تھا اور قرآن و حدیث میں اس کی کوئی سزا مقرر نہ تھی اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے تمام صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرتِ علیؓ نے جلانے کی بات کی اور تمام صحابہ نے اس پر اتفاق کیا۔"[24]

6. عہدِ فاروقیؓ

مولانا شبلی نعمانیؒ "الفاروق" میں لکھتے ہیں: اس صیغے میں عمرؓ کی ایجاد یہ ہے کہ آپ نے جیل خانے بنوائے ورنہ ان سے پہلے عرب میں جیل خانے کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ آپؓ نے مکۃ

المکرمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خریدا اور اس کو جیل خانے میں تبدیل کر دیا، اسی طرح پھر دیگر علاقوں میں بھی قید خانے بنوائے۔[25] اس طرح علامہ بلاذریؒ کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ کا جیل خانہ "نرسل" سے بنا تھا۔ اس وقت تک صرف مجرم قید خانے میں رکھے جاتے تھے۔ لیکن دورِ خلافت کے بعد قاضی شرع بھی قیدیوں کو سزائے قید دیتے تھے اور جیل خانے بھجواتے تھے۔ جیل خانہ جات کی تعمیر کے بعد چند جرائم کی سزاؤں میں تبدیلی بھی ہوئی۔ مثلاً بار بار شراب نوشی کے جرم میں ابو محجن ثقفی پیش ہوئے تو آخری مرتبہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے انہیں حد شراب کی بجائے سزا قید دی۔[26] حضرت عمر فاروقؓ نے حطیمہ کو زبرقان کے خلاف شعر کہنے کی بناء پر (جو ہجو پر مشتمل تھے) ان کو اندھیرے کنویں میں رکھا۔[27]

7. عہدِ عثمانی:

حضرت عثمان غنیؓ کا عہد خلافت شورشوں کا دور تھا۔ آپ کے عہد میں قید خانوں کی سابقہ صورت ہی برقرار رکھی گئی۔ اور ان کو اسی طرح استعمال کیا جاتا رہا کہ جس طرح عہدِ عمرؓ میں استعمال ہوتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ایک شخص صابی بن حارث کو قید کر دیا تھا۔ یہ شخص بنو تمیم قبیلہ کا خون خوار چور تھا۔ چنانچہ وہ قید میں ہی فوت ہوا۔[28]

8. عہدِ علیؓ:

اس طرح کوفہ میں حضرت علیؓ نے کئی ملزموں کو قید کیا اور نلوں سے ایک قید خانہ تعمیر کرایا اور اس کا نام "نافع" رکھا۔ چناچہ چوروں نے اس میں نقب لگایا اسکے بعد آپ نے کیچڑ سے ایک قید خانہ تعمیر کرایا اور اس کا نام "المخیس" رکھا۔[29]

9. عہدِ بنوامیہ:

حضرت علیؓ کے دور میں کچھ جیل خانے تو موجود تھے لیکن فراری کے واقعات کو روکنے کے لئے بنوامیہ کے حکمرانوں نے پکے جیل خانوں کو رواج دیا۔ سندھ میں مستقل جیل خانہ کی عمارت کے بارے گمان ہے کہ اس کا رواج حجاج بن یوسف کے دور میں ہوا۔ جس نے واسط میں "دیماس" نامی مشہور جیل خانہ بنوایا تھا۔ ۹۶ ہجری مین امیر سندھ یزید بن ابو کبشہ سلسکی نے سفیان بن عبد الملک کے حکم پر محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے چند دن یہاں کے جیل خانہ میں رکھا اور پھر عراق روانہ کیا تھا۔[30]

گویا اگرچہ دورِ بنوامیہ میں جیل خانے پختہ کر دیئے گئے تھے مگر ان کی حیثیت دار الاصلاح سے زیادہ ذاتی انتقام کی صورت میں بدل چکی تھی۔ محض شک و شبہ کی بنیاد پر قتل تک کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ لاوارث قیدیوں کی لاشیں کئی کئی روز تک بے گور و کفن پڑی رہتی تھیں۔ نمازِ جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ تھا۔ بھاری بھر کم بیڑیاں پہنائی جاتی تھیں اور معمولی جرائم پر بھی تین تین سو کوڑے مارے جاتے تھے۔ عمر بن عبد العزیز جن کا دورِ حکومت ۹۹ تا ۱۰۱ ہجری تک کا

ہے وقتاً فوقتاً اپنے عمال کو قیدیوں سے حسنِ سلوک کے بارے میں ہدایات جاری کرتے رہتے تھے۔ اور ایسی اصلاحات نافذ کیں جن کا آج کے دور میں ثانی نہیں ملتا۔ یحییٰ بن سعید سے روایت ہے:

"خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے امراء لشکر کو لکھا کہ جو لوگ زندان میں قید ہیں ان پر گہری نظر رکھیں، ایسا شخص جس پر کوئی حق ہو تو اُسے تا حال محبوس نہ کیا جائے، یہاں تک کہ وہ حق واضح نہ ہو جائے۔ اگر کسی کے معاملہ میں دشواری ہو اس بابت مجھے اطلاع دو، انتہائی سنگین جرائم کے مرتکب افراد سے ضمانت لیں، اس لیے کہ اسیری ان کے لیے باعث عذاب ہے۔ سزاؤں کے نفاذ میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے، بیمار افراد کا خیال رکھا جائے۔ جب تم کسی شخص کو حالت قرض میں قید کرو اور جن قیدیوں کا کوئی ولی وارث نہ ہو اور ان کے پاس مال نہ ہو، تو ان کا خیال رکھو۔ اور بدمعاش اور شریف لوگوں کو جیل خانہ کے ایک ہی کمرے میں نہ رکھو۔ خواتین کے لئے الگ قید خانہ ہو اور قید خانے کے دوراغہ کے بابت اچھی طرح معلوم کرلینا چاہیے کہ وہ قابل بھروسہ شخص ہے جو رشوت خور نہ ہو کیونکہ جو رشوت خور ہوتا ہے وہ بالکل وہی امور سرانجام دینے کی سعی کرتا ہے جو رشوت دینے کی طرف سے ہدایات کی صورت موصول کرتا ہے۔"[31]

"حجاج بن یوسف" روایت کرتے ہیں کہ:

"خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز" نے عبد المجید کو پیغام بھیجا کہ بدمعاش قسم کے افراد کو قید خانے کا پابند کرو، سردی میں ایک لبادہ اور گرمی میں دو چادریں انہیں اوڑھائیں، جو کہ ان افراد کے لئے مناسب تھا۔"[32]

ابی بکر بن عمرو بن حزم بیان کرتے ہیں کہ:

"مجھے عمر بن عبد العزیزؒ نے پیغام بھیجا کہ ان قیدیوں کو اس وقت بیڑی باندھی جائے جب وہ مجرم ہوں اور عذر کی حالت میں ہوں، اور ان پر بیڑی جواز کی صورت میں آسان انداز میں ڈالی جائے۔ تو روای کہتے ہیں کہ میں ابو بکر سے یہ سنا ہے کہ انہیں حکم ملا کہ قیدیوں کو میرے پاس بیڑی ڈال کر بھیجا جائے، ان قیدیوں میں قیس بن مکشوح المرادی وغیرہ تھے"[33]

10. عہدِ عباس:

عہدِ بنو امیہ میں نظامِ جیل خانہ جات کافی حد تک ترقی حاصل کر چکا تھا اور یہی ترقی یافتہ صورت بنی عباس کے ورثے میں آئی۔ بنی عباس نے اس میں توسیع کی اور نئی جیلیں بنائی گئیں۔ تا کہ مجرم پیشہ لوگوں کو وہاں رکھا جاسکے اور ان کی اصلاح ہوسکے۔ بنو عباس میں جیل خانوں کی اصلاح سے متعلق قابلِ ذکر خدمات خلیفہ ہارون الرشید (دورِ

حکومت ۱۵۸ تا ۱۹۶ ہجری) نے انجام دیں۔ انہوں نے بغداد میں ایک بڑا جیل خانہ قائم کیا تھا جو موجودہ دور کے جیل خانوں کی طرح بڑا متحرک اور منظم جیل خانہ تھا۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام ابی یوسف نے ہارون رشید کو جیلوں کی اصلاح اور قیدیوں کی فلاح و بہبود کے متعلق تعلیم دی۔ اور اپنی کتاب "کتاب الخراج" میں ایک مفصل باب "باب الحبس" کے نام سے لکھا جس میں موجودہ دور کی اصلاحات کے مقابلے میں بہترین اور بے مثال اصلاحات کی سفارشات کی گئی تھیں۔ اس دور میں جیلیں زیادہ تر سیاسی و مذہبی مخالفین کو رکھنے کے لئے استعمال ہوتی تھیں۔ جبکہ اخلاقی جرائم میں مبتلا لوگوں کو موقع پر ہی سزا دی جاتی تھی۔[34] بنو عباس کے دور میں، ہندوستان میں بھی ہر چھوٹے بڑے دار الامارہ میں جیل خانہ ہوتا تھا۔ ذیل کے جیل خانہ کے بارے میں بلازری نے تصریح کی ہے کہ "غسیہ بن اسحاق" نے وہاں کے بت خانہ کے مینارہ کو منہدم کر کے اس کو جیل خانہ بنایا۔

مدم اعلیٰ تلک المنارۃ و جعل فیھما سجنا

"اس کے منارہ کا بلائی حصہ منہدم کر کے اس کو جیل خانہ بنایا"

بعض قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کی کوٹھریاں ساگوان کی لکڑی سے بنائی جاتی تھیں۔ جن میں وہ رات کو بند کئے جاتے تھے۔ اس دور کا ایک شاعر جیل خانہ کے رات و دن کو یوں بیان کرتا ہے:

اماالنھار ففی قید وسلسلة و الیل فی جرن منحرف من الساخ

"دن تو بیڑی اور زنجیر میں گزر جاتا ہے اور رات ساگوان کے صندوق میں گزرتی ہے"

سندھ کے جیل خانہ جات میں بھی وہی نظام رائج تھا جو عہد بنو عباس میں دیگر علاقوں میں تھا۔[35]

11. عہدِ مغلیہ میں:

عہدِ بنو امیہ اور بنو عباس کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی حکمرانی کا دور آیا تو وہاں بھی مغلیہ حکمرانوں اور دیگر بادشاہوں نے اپنی اپنی ضرورت کے تحت جیلیں تعمیر کروائیں اس سلسلے میں آگرہ اور گوالیار کا قلعہ، تہہ خانے وغیرہ جیلوں کی صورت میں لئے جاتے رہے۔ مثلاً:

- سہارنپور کی جیل پرانے قلعے میں ہے جس کی پرانی دیواریں اور بعض عمارتیں محکمہ تعلیم کے ماتحت اب بھی ہیں۔
- یو-پی کی جیل سابق راجہ کے اصطبلوں کو مسمار کر کے بنائی گئی۔
- آگرہ کی سینٹرل جیل خاندانِ مغلیہ کے ہاتھی خانہ کو تڑوا کر تعمیر کی گئی۔
- جونپور جیل کے اندر مقبرہ کسی پرانی عمارت کی شہادت دیتا ہے۔[36]

"تاریخ ہندوستان" کے مصنف لکھتے ہیں:

سلطان شمس الدین شمس کے دور میں باغیوں کو بدایوں کے قلعے میں نظر بند کیا جاتا تھا۔[37] عالمگیر

بھی قیدی سپاہیوں کو آگرہ اور گوالیار کے قلعے میں قید کرتا تھا۔[38]

مولانا شبیر احمد صاحب اپنی کتاب "دارالحکومت دہلی" میں لکھتے ہیں:

"1209ء میں جب رائے پتھوار کو مرے ہوئے سولہ برس ہوئے تھے، قطب الدین ایبک نے ایک محل جو تاریخ میں "قصرِ سفید" کے نام سے مشہور ہے تعمیر کروایا تھا جو محض تخت نشینی، درباری امراء اور ایلیچان کے لئے ہی مخصوص نہ تھا بلکہ کبھی کبھی اس میں ذی مرتب لوگ بھی قید میں رکھے جاتے تھے۔ چنانچہ بہرام بادشاہ کا جانشین سلطان علاؤالدین اس میں نظر بند تھا۔[39]

بادشاہ عالمگیر کے دور میں صوفی بزرگ مجدد الف ثانی کو گوالیار کے قلعے میں نظر بند کیا گیا۔ آپ نے وہاں قید ہزاروں مجرموں کی اصلاح فرمائی اور ان کو پاک زندگی گزارنے کی تلقین کی اور سارے ملک میں اسلامی نظام کا دینِ الٰہی کے مقابلے میں ڈنکا بجایا۔[40]

جدید جیل خانہ جات:

اگرچہ جیلوں کا باقاعدہ آغاز عمر فاروق کے دور سے شروع ہو چکا تھا۔ لیکن زمین پر موجودہ شکل کی پہلی جیل برطانیہ میں ۱۵۵۷ میں قائم ہوئی جس میں بھکاریوں، غنڈوں اور ایسے اشخاص کو بند کیا گیا جو ذہنی بے راہ روی کا شکار تھے۔ اس جیل نے انگلینڈ میں 1758 کے پریزن ایکٹ کے تحت ایک باقاعدہ ادارے کی شکل اختیار کرلی تھی۔ یہ قانون جان ہارورڈ نے تخلیق کیا۔ 1797 میں House of correction (دار الاصلاح) کے نام سے دوسری قوم کے لئے جیل خانے بنائے گئے۔ اس زمانے میں کوڑے مارنے، غلام بنانے، گھسیٹے جانے اور موت کے گھاٹ اتارنے کی سزاؤں کا ردِ عمل دیکھنے میں آیا۔ پہلے پہل دار الاصلاح یا عقوبت خانے معمولی جرائم کے انسداد کے لئے تھے۔ مگر بعد میں سخت گیری کا دور شروع ہوا اور دار الاصلاح اور جیل خانے میں جو انتقام کا جذبہ کار فرما ہوا اس کا اندازہ اس قانون سے لگایا جا سکتا ہے جو مجرموں کی نظر بندی کے بعد بنائے گئے ہر قیدی کو داخلہ کے وقت مہریں لگائی جاتیں اور آہنی طوق اور زنجیریں گلے میں ڈالی جاتیں۔ تاکہ قیدی امن و امان سے رہتے ہوئے ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔[41]

اس کے بعد امریکہ میں 1790 میں فلاڈیلفیا کے مقام پر انتہائی جدید اور بہترین جیل والنٹ اسٹریٹ قائم ہوئی۔[42]

ہندوستان میں جیلوں کا آغاز

1760 میں ہندوستان میں جیلوں کا آغاز ہوا۔ باقاعدہ طور پر انگریزوں نے جہاں جہاں قدم جمائے جیل خانے تعمیر کروائے۔ پہلے ہندوستانی طریقہ کے مطابق قلعوں میں جیل خانے بنوائے۔ مدراس و کلکتہ کا قلعہ اس کے لئے استعمال ہوا۔ 1857 تک انگریزوں نے بہت سے ہندوستانی امراء و مشاہیر کو ان قلعوں میں مقید کیا اور اس مقصد کے لئے ولیم فورٹ کا قلعہ، چنار کا قلعہ اور کلکتہ کے قلعے کی کوٹھریوں کو استعمال کیا گیا۔[43]

اس طرح 1861 سے لے کر 1865 تک مدراس میں بڑی صوبہ جاتی جیلیں کوئیمبور سلیم اور ترچناپلی مکیں تیار کی گئیں۔ یہ جیلیں اس ڈھنگ کی تھیں کہ اس کے درمیان ایک چکر اور اس کے ارد گرد کوٹھریوں کا دائرہ تھا۔ اسی طرح کی جیلیں جبل پور وناگپور میں بھی تھیں۔ اس کے علاوہ پہلا جیل ایکٹ برِصغیر پاک وہند میں 1894 اور دوسرا جیل ایکٹ 1900 میں نافذ کیا جس میں تمام ضروری مسائل سپرانٹیڈینٹ، میڈیکل آفیسر، اسسٹنٹ سپرانٹیڈینٹ اور دربان سزا یافتہ قیدی کے فرائض جیل کا ڈسپلن اور علاج معالجہ وغیرہ کے طریقے درج کئے گئے۔[44]

پاکستان میں جیل خانہ جات

1947 میں جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو جیلوں کا نظام برطانوی نظام کی صورت میں موجود تھا اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامی نظام کی توثیق کرنے کے بعد برطانوی پریزن ایکٹ میں ضروری ترامیم کرتے ہوئے پاکستان کی جیلوں میں نافذ کر دیا۔ لیکن ابھی بھی اس میں سماجی و مذہبی اعتبار سے اصلاح کی بڑی حد تک گنجائش موجود ہے۔ جس کے لئے سرکاری و نیم سرکاری ادارے سرگرم عمل ہیں۔

پنجاب کے جیل خانہ جات کا تاریخی پسِ منظر:

پنجاب جیل خانہ جات کا محکمہ 1854ء میں قائم کیا گیا تھا۔ جس کا مقصد قیدیوں کی حراست، نظر بندی، نگرانی اور اصلاح تھا جو کہ صوبہ پنجاب کی مختلف سینٹرل، ڈسٹرکٹ اور خاص جیلوں میں نظر بند کیئے جاتے تھے۔ ہیتھ وئے اس کا پہلا آئی جی مقرر کیا گیا۔ پریزن ایکٹ 1894ء میں انڈیا کے گورنر جنرل نے ایوان میں پاس کیا۔ اور جس نے ایوان کی منظوری 22 مارچ 1894ء کو حاصل کی۔ ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ، ملتان، سرگودھا، جہلم، فیصل آباد گوجرانوالہ نے پنجاب میں پریزن ایکٹ 1894ء کی منظوری سے باضابطہ کام شروع کر دیا تھا۔ آزادی کے وقت 19 جیلیں پنجاب کے حصے میں آئیں۔ جبکہ آزادی کے بعد ابھی تک 21 جیلوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ موجودہ دور میں صوبہ پنجاب میں کم و بیش 40 جیلیں موجود ہیں۔[45]

آزادی کے بعد جیلیں اور محکمۂ جیل خانہ جات، حکومتِ پاکستان کے ایجنڈے کی انتہائی پست سطح پر تھا۔ اور حکومتِ پاکستان کے آئین میں بھی جیلوں کو صوبوں کے ماتحت رکھا گیا جس کی وجہ سے اس کو خاطر خواہ توجہ نہ مل سکی۔ صوبائی حکومتیں، ملک میں موجود جیلوں کی بہتری اور ان کی نگہداشت کے لئے قابلِ قدر اقدامات نہ کر سکیں۔ مختلف پریزن ریفامز کمیٹی کی سفارشات پر پچھلے پچاس سالوں میں کچھ نئی جیلیں بھی قائم کی گئیں۔

جوں جوں دنیا متمدن اور مہذب ہوتی گئی توں توں قیدیوں کے حقوق بھی منظور اور تسلیم کئے گئے۔ پاکستان میں 1950ء میں کرنل سلامت اللہ (سابقہ آئی۔جی جیل اترپردیش۔ انڈیا) کی سربراہی میں پہلی مرتبہ پریزن ریفارمز متعارف کروائی گئیں۔ بعد میں صوبوں میں مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئیں لیکن اس سلسلے میں وفاقی حکومت سے بھی مدد

لی گئی۔ ان کمیٹیوں کی سفارشات ناقابلِ تبدیلی، اٹل اور مستقل تھیں اور حکومت کی طرف سے جیلوں کے نظام میں غالب اور زبردست اصلاح کی منظوری دے دی۔ لیکن مالیاتی مجبوریوں کی وجہ سے سیر حاصل کام نہ کیا جاسکا۔[46]

1950ء میں قائم کی گئی پہلی جیل کمیٹی نے اپنی شفارشات پانچ سال کے بعد پیش کیں اور پھر 1968ء میں "جیل ریفارم کمیشن" قائم کیا گیا۔ جس نے دس سال بعد 1978ء میں اپنی سفارشات تیار کر کے حکومت کے سامنے رکھیں، پھر 1982ء میں "جیل ریفارم "کانفرنس ہوئی، اس کے بعد 1988ء، 1994ء اور 1997ء میں یکے بعد دیگرے کمیٹی قائم کی گئی مگر کوئی ٹھوس نتیجہ بر آمد نہ ہو سکا اور کوئی ایسے اصلاحاتی اقدامات نہیں کئے گئے جو قیدیوں کے حقوق کی بحالی سے متعلق ہوں۔ 2004ء میں قائم کردہ ایڈوکیٹ جنرل اور اٹارنی جنرل پر مشتمل کمیٹی بھی مطلوبہ نتائج نہ حاصل کر سکی۔[47]

قیدیوں کا انتظام و انصرام مندرجہ ذیل ایکٹس کے تحت ترتیب دیا جاتا ہے۔

Acts (1894 to 2006)

- The Prisons Act, 1894
- The Prisoners' Act, 1900
- Lunacy Act, 1912
- The Punjab Borstal Act, 1926
- Good Conduct Prisoners Probation Release Act, 1926
- Punjab Employees Efficiency, Discipline and Accountability Act, (PEEDA) 2006

Rules and Regulations (1818 to 2010)

- Regulation III of 1818 (A Regulation for the Confinement of State Prisoners)
- Good Conduct Prisoner’s Probation Release Rules, 1927
- West Pakistan Prisons Department Delegation of Power Rules, 1962
- The Pakistan Prisons Rules, 1978
- The Punjab Execution of the Punishment of Whipping Rules, 1979
- Juvenile Justice System Rules, 2001
- Punjab Juvenile Justice System Rules, 2002
- Punjab Prisons Department Service Rules, 2010
- Parole System in Pakistan

Ordinances

- Probation of Offenders Ordinance (XLV of 1960)
- West Pakistan Maintenance of Public Order Ordinance (XXXI of 1960)
- Execution of the Punishment of Whipping Ordinance (IX of 1979)
- Juvenile Justice System Ordinance (XXII of 2000)
- Mental Health Ordinance 2001

Other relevant laws besides above statutes, the following laws are relevant to the administration of prisons, prisoners and

- Pakistan Penal Code.
- Criminal Procedure Code.

- Civil Procedure Code.
- Punjab Removal from Service Ordinance, 2000.
- Punjab Employees Efficiency Discipline and Accountability Act, 2006.
- Punjab Civil Service Rules, 1974.
- West Pakistan Prisons Department Delegation of Power Rules, 1962.
- Punjab Prisons Department Executive Staff Punishment and Appeal Rules, 1981 (promulgated on 8 January 1981).
- Punjab Prisons Department Service Rules, 2010

انسانی معاشرے میں جیلوں کی اہمیت

انسانی معاشرے میں جیل خانہ جات کی اہمیت و افادیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان جیلوں کے خوف کی وجہ سے معاشرے میں امن و سکون، مجرموں کی اصلاح، اور جرائم کے سدِّباب جیسے اغراض و مقاصد کارفرما ہیں۔ ذیل میں جیلوں کے چند اغراض و مقاصد پیش خدمت ہیں۔

1. معاشرے میں امن وامان کی بحالی:

جیلوں کی انسانی معاشرے میں اہمیت اور قیام کا اولین مقصد جرائم کا ارتکاب کرنے والے افراد کو عدالتی حکم کے تحت الگ رکھنا ہے۔ تاکہ معاشرے میں امن و امان قائم ہو۔ قانون کا بول بالا ہو لوگ آرام و سکون کی زندگی گزار سکیں۔ اور نہ ہی جرائم پیشہ افراد عام شہریوں کو نقصان پہنچا سکیں۔

2. نشانِ عبرت

جیلوں کے قیام کا دوسرا بڑا مقصد یہ ہے کہ مجرمان کو عدالتی حکم کے مطابق جرائم کی سزا دی جاسکے۔ تاکہ دوسرے ان سے عبرت حاصل کریں۔ اور آئندہ مزید جرائم کا سدِباب بھی ہوسکے۔ معاشرتی امن و سکون بحال رہے۔ اس کے علاوہ منفی سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی ہو اور مثبت سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہو۔

3. مجرموں کی اصلاح اور ان کو معاشرے کا مفید شہری بنانا

جیل خانوں میں اکثر لوگ بری صحبت یا برے ماحول کی وجہ سے آتے ہیں۔ اس لئے سزا یافتہ مجرمان کو معاشرے کے دیگر افراد سے الگ رکھ کر اخلاقی، ذہنی، روحانی اور مذہنی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ نہ صرف نوجوان کی اپنی اصلاح ہوسکے بلکہ وہ اس قابل بھی ہوں کہ معاشرے میں امن و سکون سے رہتے ہوئے اپنا فعال کردار ادا کرسکیں۔ معاشرے میں اپنا باعزت مقام و مرتبہ بحال کرسکیں اور دوسروں کی اصلاح کا موجب بھی بنیں۔

ان اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے عمومی طور پر جو طریقہ ہائے اصلاح جیل خانوں میں رائج ہیں ان کے نمایاں پہلو مندرجہ ذیل ہیں۔

Retributive aim of punishment

- Punishment that is considered to be morally right and fully deserved.

- Reformative aim of punishment
- The punishment in which the young people who had committed crimes are sent to be trained and educated.

Punitive aim of punishment

- Wrong treatment of criminals

Corrective aim of punishment

- Corrective training to improve the behavior of criminals

Rehabilitative aim of punishment

- Punishment that is considered to help somebody to have a normal life again after they have been in prison for a long time

خلاصہ بحث

دنیا میں موجود کوئی بھی معاشرہ جرم اور گناہ سے پاک نہیں ہے بلکہ ہر معاشرے میں جرائم کسی نہ کسی صورت میں موجود ہوتے ہیں۔ اگر تاریخ بنظرِ غائر مطالعہ کریں یہ بالکل عیاں ہے کہ کس طرح رب تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے معاشرے میں موجود جرائم اور گناہوں کا سدباب کیا۔ پیدائش آدم کے بعد سے جیل خانوں کے وجود کے بارے میں حتمی طور پر ٹھوس شواہد نہیں ملتے۔ البتہ تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ جیل خانے یا عقوبت خانے ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہے ہیں۔ جن میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں بھی آتی رہیں ہیں۔

جیل سے مراد ایک ایسا ادارہ ہے جہاں جرائم کا ارتکاب کرنے والے مجرمان و ملزمان کو بطور سزا رکھا جاتا ہے تاکہ ایک طرف معاشرہ نہ صرف ایسے افراد سے پاک رہے بلکہ دوسرے لوگ بھی ان سے عبرت حاصل کریں اور دوسری طرف ان اداروں میں ان جرائم پیشہ افراد کی اصلاح و تربیت بھی کی جائے تاکہ وہ اپنی اصلی حیثیت کو دوبارہ بحال کر سکیں اور معاشرہ کا ناسور بننے کی بجائے متحرک اور فعال کارکن بن کر سماج کی تعمیر و تشکیل میں گراں قدر خدمات سر انجام دے سکیں۔ جیلوں کے قیام کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں۔

- جیلوں کا انسانی معاشرے قیام کا اولین مقصد جرائم کا ارتکاب کرنے والے افراد کو عدالتی حکم کے تحت الگ رکھنا ہے۔ تاکہ معاشرے میں امن و امان قائم ہو۔ قانون کی بالادستی قائم ہو اور پر امن شہری جرائم پیشہ افراد کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔
- جیلوں کے قیام کا دوسرا بڑا مقصد یہ ہے کہ مجرمان کو عدالتی حکم کے مطابق جرائم کی سزا دی جاسکے۔ تاکہ دوسرے ان سے عبرت حاصل کریں۔ اور آئندہ مزید جرائم کا سدباب بھی ہو سکے۔ معاشرتی امن و سکون بحال رہے۔ اس کے علاوہ منفی سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی ہو اور مثبت سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہو۔
- جیل خانوں میں اکثر لوگ بری صحبت یا برے ماحول کی وجہ سے آتے ہیں۔ اس لئے سزا یافتہ مجرمان کو معاشرے کے دیگر افراد سے الگ رکھ کر اخلاقی، ذہنی، روحانی اور مذہبی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جاتا

ہے۔ تاکہ نہ صرف نوجوان کی اپنی اصلاح ہو سکے بلکہ وہ اس قابل بھی ہوں کہ معاشرے میں امن و سکون سے رہتے ہوئے اپنا فعال کردار ادا کر سکیں۔ معاشرے میں اپنا باعزت مقام و مرتبہ بحال کر سکیں اور دوسروں کی اصلاح کا موجب بھی بنیں۔

حواشی وحوالہ جات

1. Enc. Britannica, Chicago-Auckland, Inc-1766, V. 9, p. 710.
2. The world book of Encyclopedia, field enterprises corporation, Merchandise, 54 illionis, 1958. U.S.A. V. 13, p. 6592.
3. Aulaks, Dr. A Majeed Ahmed, Pakistan Prison Rules (P.P.R, Kasur Brothers Law publisher, p. 1

4۔ لویس، معلوف، المنجد فی اللغۃ، المکتبہ، الشرقیہ، ساحتہ النجمہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶، ص ۸۲۸

5۔ ابنِ منظور، افریقی، لسان العرب، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۵۶، ۴/ ۶۳۸، ۶۳۹

6۔ طاہر القادری، ڈاکٹر، اسلام میں سزائے قید اور جیل کا تصور، منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور، 1994، ص ۱۶

7. Merriam Webster-Webster dic. Publishers: William Benton, 1768, USA, Chichago, vol-ii, p. 1137
8. Ibid, vol: ii, p. 1208
9. Ibid, vol: iii, p. 2490

10۔ الکہف: ۱۸/ ۵۰

11۔ بنی اسرائیل: ۱۷/ ۶۲

12۔ سورہ یٰسین: ۳۶/ ۶۰ تا ۶۴

13۔ الانبیاء: ۲۱/ ۷۷

14۔ الاعراف: ۷/ ۸۳ تا ۸۴

15۔ البقرہ: ۲/ ۲۵ تا ۲۶

16۔ البقرہ: ۲/ ۲۵۶ تا ۲۵۷

17۔ اولکھ، عبد المجید، تاریخ ابتدائے جیل خانہ جات، ماہنامہ تدریس القرآن، جلد: ۸ شمار: ۲۔ ۳، جیل نمبر۔ فروری/ مارچ ۱۹۹۲، ص ۱۳۹

18۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، اردو ڈائیجسٹ پرنٹرز، لاہور، طبع اول، اگست ۱۹۶۷، ۱/ ۱۹۹

19۔ سیوہاروی، حفظ الرحمان، پربھات آفسٹ پریس، کوچیلان، دہلی، اپریل، ۱۹۶۵، ۱/ ۱۹۰

20۔ طاہر القادری، محمد، ڈاکٹر، اسلام میں سزائے قید اور جیل کا تصور، ص ۵۱

21۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، مطبع اسلامی، لاہور، ۱۹۷۵، ۴/ ۳۳۶

22۔ معظم الحق، مولانا، دورِ نبوی کا نظامِ حکومت (عہدِ نبوی کا نظامِ تمدن)، ادارہ القرآن وعلوم الاسلامیہ، جنوری ۱۹۹۱، ص ۱۵۱

23۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ۱/ ۳۳۶

24۔ ندوی، معین الدین شاہ، خلفائے راشدین، ایجوکیشن پریس، کراچی ۱۴۰۹ھ، ص ۶۱

25۔ مقریزی، ج: ۲ ص: ۸۷۔ بحوالہ شبلی نعمانی، الفاروق، مطبع مقبول الرحمان، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص ۲۲۷

26۔ اسد الغابہ، ذکر ابو محجن ثقفی، بحوالہ شبلی نعمانی، الفاروق، ص ۲۲۸

27۔ معظم الحق، مولانا، دورِ نبوی کا نظامِ حکومت (عہدِ نبوی کا نظامِ تمدن)، ص ۱۵۲

28۔ امام زیلعی، ۴/ ۱۷۹، بحوالہ عبد العزیز عامر، اسلام میں جرم و سزا، مطبہ العربیہ، لنک روڈ انار کلی، لاہور، س ن، ۱/ ۱۰۹

29۔ عبد العزیز عامر، اسلام میں جرم و سزا، ۱/ ۱۰۹

30۔ مبارکپوری قاضی اطہر، مولانا، خلافتِ امویہ اور ہندوستان، اسلامک پبلیشنگ ہاؤس، لاہور، س ن، ص ۲۰۶

31۔ ابنِ سعد، طبقات الکبریٰ (مترجم: علامہ عبد اللہ العمادی) ایجوکیشن پریس، کراچی، اول اشاعت، نومبر ۱۹۷۰، ۵/ ۳۴۳

32۔ ایضاً، ص ۳۳۵

33۔ محولہ بالا

34۔ محمد عارف انجم، پی ایچ ڈی مقالہ: اسلام کا نظامِ جیل خانہ جات، ادارہ علوم اسلامیہ، ۱۹۸۴، ص ۷۰-۷۱

35۔ مبارک پوری، اطہر، قاضی، مولانا، خلافتِ عباسیہ اور ہندوستان، یوسف عمر پرنٹنگ پریس، س ن، ص ۲۷۹-۲۸۰

36۔ تحقیقاتی رپورٹ، یو-پی، ۱۹۲۹، بحوالہ امداد صابری، تاریخ جرم و سزا، چوریاں والا پریس، دہلی، ۱۹۴۴، ۱/ ۱۱۳

37۔ دہلوی، محمد ذکاء اللہ، مرحوم، تاریخ ہندوستان، کمبائنڈ پرنٹرز، لاہور، ۱۹۹۸، ۱/ ۳۶۸

38۔ امداد صابری، تاریخ جرم و سزا، ج: ۱، ص ۱۴۲

39۔ ایضاً، ص ۱۵۳

40۔ ندوی، ابو الحسن، سید، تاریخ دعوت و عزیمت، شکیل پرنٹنگ پریس، س ن، ۴/ ۱۶۴، ۱۶۳

41۔ امداد صابری، جرم و سزا، ۳/ ۱۱۳

42۔ عبد المجید اے اولکھ، تاریخ ارتقائے جیل خانہ جات، ماہنامہ تدریس القرآن، فروری۔مارچ ۱۹۹۲، جیل نمبر، ص ۱۴۱

43۔ امداد صابری، تاریخ جرم و سزا، ۱/ ۲۳۶

44۔ ایضاً، ص: ۲۴۴ تا ۲۴۶

45. National Academy for prison administration (2009). Punjab Prison Report

46۔ لاء اینڈ جسٹس کمیشن آف پاکستان، جیل ریفارمز (1997) رپورٹ نمبر: 23

47. www.nawaiwaqat.com.pk. visited site on dated: 22-03-2020.